ضمانت کے احکام

(من ادب القاضی)

علامہ صدر شہید

ضامن لینے کی شرعی حیثیت اور اس میں متاخرین علماء کا اختلاف

قتادہ (م ۱۱۷ھ) اور ابو ہاشم کے بارے میں روایت ہے:

ادعی رجل قبل رجل مالا فقال: اعطنی به کفیلا حتی اجئی ببینتی قال: لیس له ذلک

(ایک شخص نے کسی کے خلاف مال کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے اس (مدعا علیہ) کا ضامن دیا جائے تاکہ میں اپنے گواہ لاؤں تو انہوں نے فرمایا اس کے لئے ضامن دینا ضروری نہیں)

عامر الشعبی (م ۱۰۳ھ) سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابراہیم نخعی (م ۹۵ھ) سے مروی ہے۔

انه جوز اخذ الکفیل (۱)

(وہ ضامن لینے کو جائز قرار دیتے تھے)

اس مسئلہ میں متاخرین علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قتادہ' ابوہاشم اور عامر سے مروی روایت قیاس پر مبنی ہے اور ابراہیم نخعی سے مروی استحسان پر۔ ہمارے علماء احناف نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور ان کے درمیان اختلاف کی تحقیق کی ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ صرف دعویٰ کرنا مدعی کے استحقاق کا سبب نہیں بنتا' کیوں کہ مدعا علیہ کی جانب سے اس کا انکار بھی ہو سکتا ہے' اس لئے مدعا علیہ کو ضامن دینا ضروری نہیں۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ ضامن لینا مدعی کے مفاد کے پیش نظر ہے' ہو سکتا ہے مدعی اپنے گواہ لینے چلا جائے اور مدعا علیہ اپنے

آپ کو چھپا لے۔ اس طرح مدعی اپنے گواہوں کے ذریعہ اپنا حق ثابت نہیں کر سکے گا اور اس میں مدعا علیہ کو کوئی بڑا نقصان بھی نہیں پہنچتا' چنانچہ اس سے ضامن لیا جائے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو روایت قتادہ ابوہاشم اور عامر سے مروی ہے اس میں تاویل کی گئی ہے' مصنف (متن) کی بھی یہی رائے ہے' اس تاویل کو ھم بعد میں بیان کریں گے۔

حدود میں ضمانت

قاضی شریح فرماتے ہیں:

لاکفالۃ فی حد (۲)
(حدود میں کوئی ضمانت نہیں)

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا (۳) مروی ہے' ضمانت نہ لینے کے دو سبب ہیں۔ اول: ضمانت توثیق کے لئے جائز کی گئی ہے جب کہ حدود کی بنیاد شبہات کی وجہ سے ان کو ہٹا دینے پر ہے' اس لئے حدود میں ضامن لینا مناسب نہیں ہے۔ دوم: حدود میں ضامن لینے کی ضرورت ہی نہیں' اس کی وجہ ہم بعد میں بیان کریں گے' اس لئے حدود میں شخصی ضمانت جائز نہیں۔

حدود کے علاوہ دیگر امور میں ضمانت

مصنف (متن) فرماتے ہیں کہ ہمارے آئمہ کرام کا یہ جو قول ہے کہ "حدود میں کوئی ضمانت نہیں" تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدود کے علاوہ دیگر امور میں ضمانت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مفہوم مخالف سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ (۴)

مصنف (متن) بھی مفہوم مخالف سے استدلال کو صحیح سمجھتے ہیں مگر اصحاب ظواہر کے نزدیک مفہوم مخالف حجت نہیں ہے' ضامن نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ حدود میں ضامن لینا ممکن نہیں جب کہ مالی معاملات میں ممکن ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود میں ضامن لینے کی ضرورت

ہی نہیں پڑتی کیونکہ ان میں مدعا علیہ کو قید کیا جا سکتا ہے مگر مالی معاملات میں ضامن لینے کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کہ ان میں مدعا علیہ کو قید نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مالی معاملات کے دعوی میں مدعا علیہ کو قید کرنا ایک انتہائی سزا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ (مالی معاملات کے دعوی میں) مدعا علیہ کے خلاف حق ثابت ہونے پر قید کے علاوہ کوئی دوسری سزا نہیں دی جائے گی اس لئے حق ثابت ہو جانے سے پیشتر اس کو انتہائی سزا دینا جائز نہیں۔ اگر قید کرنا ممکن نہ ہو تو ضمانت کی ضرورت ہوتی ہے اور حدود میں ایسی صورت نہیں۔

جو فقہاء ضمانت لینے کو صحیح سمجھتے ہیں ان کے نزدیک ضمانت کے عدم جواز سے متعلق آثار کی تاویل:

جب ضامن لینے کا جواز ثابت ہو گیا تو متن میں جن آثار کو بیان کیا گیا ہے ان کی تاویل یہ ہے کہ فقہاء نے مندرجہ ذیل چار صورتوں میں ضمانت لینے کو ناجائز کہا ہے' ان میں سے مصنف نے تین بیان کی ہیں اور چوتھی بیان نہیں کی۔ وہ چار صورتیں یہ ہیں:

۱۔ یہ آثار اس امر پر محمول ہیں کہ مدعی کہے کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں۔ وہ جب ایسا کہے تو مدعا علیہ سے ضامن نہیں لیا جائے گا' اس لئے کہ اس سے ضامن لینے کا کوئی فائدہ نہیں' اس کا حق مدعا علیہ کی قسم میں متعین ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت مدعا علیہ سے قسم لینے کا حق رکھتا ہے۔

۲۔ یہ آثار اس امر پر محمول ہیں کہ مدعی کہے کہ "میرے گواہ غیر حاضر ہیں"' اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر غائب شخص واپس آ جائے' لہٰذا اس کا حق مدعا علیہ کی قسم میں متعین ہو گیا۔

۳۔ یہ آثار اس امر پر محمول ہیں کہ جب مدعا علیہ مسافر ہو' اس صورت میں اسے ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ یہ آثار اس امر پر محمول ہیں کہ مدعا علیہ کو دائمی طور پر ضامن دینے کے لئے نہ کہا جائے بلکہ صرف تین دن یا قاضی کی دوسری نشست تک کا اس سے مطالبہ کیا جائے۔

کیا مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور کیا جائے؟

امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) اور ہمارے تمام آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص قاضی کے ہاں پیش ہو اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی ہو جس کے خلاف اس نے اپنے حق کا دعوی کیا ہے اور اس سے ضامن لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے یہ کہے کہ میرے گواہ اس شہر میں موجود ہیں تو قاضی مدعا علیہ سے ضامن لے لے۔

ظاہر الروایتہ کے مطابق اس میں کوئی فرق نہیں کہ مدعا علیہ معروف ہو یا نہ ہو جس شے کا دعوی ہے وہ کوئی خطیر چیز ہو یا معمولی' (ضامن لے لیا جائے)۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مدعا علیہ اگر معروف ہو اور اس کی ظاہری کیفیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہو کہ وہ اپنے آپ کو نہیں چھپائے گا' تو اس کو ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ بایں ہمہ اگر وہ اپنی رضامندی سے ضامن دیتا ہے تو اس سے ضامن لے لیا جائے گا۔ اسی طرح مدعی بہ (جس چیز کا دعوی ہے) کوئی معمولی چیز ہو کہ جس کی وجہ سے وہ شخص اپنے آپ کو نہیں چھپائے گا تو اس کو ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ ضامن دیتا ہے تو اس سے ضامن لے لیا جائے گا۔

ضمانت کی مدت

مدعا علیہ سے اگر ضامن لیا جائے تو یہ کتنی مدت کے لئے لیا جائے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ ضامن تین دن کے لئے لیا جائے۔ مصنف نے اس باب کے مختلف مقامات میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸۲ھ) سے مروی ہے کہ قاضی کی ایک نشست سے دوسری نشست تک کے لئے مدعا علیہ سے ضامن لیا جائے۔ قاضی ہفتہ میں ایک مرتبہ قضا کے لئے بیٹھتا ہے تو ایک ہفتہ کے لئے ضامن لیا جائے اور اگر ہر پندرہ دن کے بعد ایک مرتبہ بیٹھتا ہے تو پندرہ دن کے لئے ضامن لیا جائے۔ مدعی اپنے گواہ پیش کر دے تو فبہا ورنہ ضامن اپنا معاملہ قاضی کو پیش کر دے جو اسے بری الذمہ کر دے۔ یہ قول بھی بہتر ہے جو ابتدائی زمانے کے لوگوں کے لئے آسان تھا مگر جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اس دور کے لوگوں کے لئے آسان ہے اس لئے کہ اب تو قاضی دن میں ایک مرتبہ قضا کے

لئے بیٹھتا ہے۔

دعوی طلاق اور عتاق میں ضمانت

اسی طرح اگر ایک عورت طلاق کا دعوی کرے یا لونڈی آزاد ہونے کا دعوی کرے اور وہ (عورت) ایک گواہ بھی پیش کردے کہ جس کی وجہ سے ان (زوجین) میں حیلولہ (زوجین کا اکٹھے نہ رہنا) ضروری ہو جائے' تو ان (زوجین) میں حیلولہ ہو جانے کے بعد اگر عورت مدعا علیہ سے ضامن لینے کا مطالبہ کرے تو اس سے ضامن لیا جائے گا۔ اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

مسافر سے ضمانت

مدعا علیہ مسافر ہو تو اسے ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' اس لئے کہ ضامن اس کو گھر کی طرف سفر کرنے سے روک دے گا جس سے مدعا علیہ کو تکلیف ہوگی' لہٰذا قاضی اس کو ضامن دینے پر مجبور نہ کرے' مگر اس کو تا اختتام عدالت روک لے' اس اثناء میں مدعی اپنے گواہ پیش کردے تو فبہا' ورنہ قاضی اس کو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ مدعی قاضی سے کہہ سکتا ہے کہ "میرا خیال تھا کہ مدعا علیہ میرے حق کا اقرار کرلے گا. اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ یہ انکار کرے گا تو میں اپنے گواہ ہمراہ لاتا" اس لئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کی عدالت سے چلا جائے۔ اس اثناء میں شہر میں اپنے گواہ تلاش کرے اور ان کو عدالت میں پیش کرے. عدالت کے اختتام تک وہ یہ کر سکتا ہے۔ اس عرصہ کے لئے مدعا علیہ کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنے قافلہ سے علیحدہ نہیں ہوگا۔

یہ صورت اس وقت ہے جب قاضی کو یقین ہو جائے کہ مدعا علیہ مسافر ہے۔ اگر قاضی کے لئے مشکل درپیش ہو کہ مدعا علیہ مسافر ہے یا مقیم اور مدعا علیہ یہ کہتا ہے کہ میں مسافر ہوں' تو قاضی سب سے پہلے مدعی سے سوال کرے کہ یہ مسافر ہے؟ اگر مدعی جواب دے کہ مسافر ہے تو مدعی کے اقرار سے اس کا مسافر ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اس صورت میں مدعا علیہ کو تا اختتام عدالت روک لیا جائے گا اگر مدعی اس کے مسافر ہونے کا انکار کردے تو اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ مدعی کا بیان معتبر ہو گا' اس لئے کہ وہ اصل (یعنی مدعا علیہ کے مقیم ہونے کو اپنے موقف کے تائید میں پیش کر رہا ہے) سے تمسک کر رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مدعا علیہ کی شکل و صورت اور لباس کو دیکھا جائے گا' وہ سفر کے لباس میں ہو تو قاضی اسے مسافر قرار دے کر اس کو اس کے ساتھیوں کی طرف روانہ کر دے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے دریافت کیا جائے کہ وہ کس شخص کے ساتھ سفر کر رہا ہے؟ وہ بتائے کہ فلاں ولد فلاں کے ساتھ سفر کر رہا ہوں' تو قاضی اپنے کسی امین (معتمد) کو اس کے ساتھیوں کے پاس بھیجے جو ان سے دریافت کرے کہ کیا فلاں آدمی تمہارے ساتھ سفر کرنے کے لئے تیار ہے؟ ظاہر ہے جو شخص سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے لئے تیاری بھی کرتا ہے' فرمان الٰہی ہے " ولو ارادوا الخروج لاعدوالہ عدۃ [5] (اگر یہ لوگ (گھر سے) نکلنے کا ارادہ رکھتے ہوتے تو اس کے لئے کچھ تیار کرتے) اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو اس کا مسافر ہونا ثابت ہو گیا۔

ہمارے مشائخ کرام مستاجر کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں جب کہ وہ اپنے سفر کی وجہ سے معاہدہ اجارہ فسخ کرنا چاہتا ہو' باب پنجم میں اس کا بیان ہو چکا ہے۔ بعد ازاں متاخرین علماء کا پھر اختلاف ہے' بعض کے نزدیک جن میں شمس الائمہ سرخسی شامل ہیں مدعی کا بیان قبول کر لیا جائے گا اور مدعا علیہ کو تا اختتام عدالت روک لیا جائے گا' اگر مدعی نے اپنے گواہ پیش کر دیئے تو فبہا ورنہ مدعا علیہ کو جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ بعض جن میں شمس الائمہ حلوانی بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ اس کے ساتھیوں سے دریافت کیا جائے گا کہ وہ کب سفر کرنا چاہتے ہیں' تو اس وقت تک کے لئے مدعا علیہ سے ضامن لیا جائے گا۔ قافلہ والے اس کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوں تو مدعا علیہ سے تین دن کے لئے ضامن لیا جائے گا' اس لئے کہ ابھی اس نے سفر کرنے کی تیاری نہیں کی اور تین دن اس کے سفر کی تیاری کے لئے باقی ہیں۔

جرائم قصاص میں ضمانت

اگر مدعی مدعا علیہ پر حد قذف یا خون کا دعوی کرے جس میں قصاص ضروری ہوتا ہے' یا ایسے زخم کا دعوی کرے جس میں قصاص لازم ہوتا ہے اور یہ کہے کہ میرے پاس گواہ

موجود ہیں اور وہ مدعا علیہ سے ضامن لینے کا مطالبہ کرے تو امام ابویوسف کے نزدیک مدعا علیہ کو تین دن کے لئے ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا' تاکہ اس اثناء میں مدعی اپنے گواہ پیش کر سکے' امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ مصنف نے قصاص کی صورت میں امام محمد (م ۱۸۹ھ) کا قول امام ابویوسف (م ۱۸۲ھ) کے قول کے موافق بیان کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' تاہم وہ ضامن دے دے تو جائز ہے۔

آئمہ کا ان حدود کے بارے میں اتفاق ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں' مثلاً حد زنا' شراب نوشی اور مدہوشی بوجہ نبیذ' ان حدود کے بارے میں مدعی نے مدعا علیہ کو قاضی کے ہاں پیش کر کے یہ کہا کہ میرے گواہ موجود ہیں اور مدعا علیہ سے ضامن کا مطالبہ کیا تو مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

صاحبین کہتے ہیں کہ قصاص بندے کا حق ہے اور حد قذف بھی حق العبد ہے' اس لئے اس میں مدعی کی طرف سے دعوی کرنے کی شرط ہے اور مدعی کو اس امر کی ضرورت پڑتی ہے کہ گواہ اور مدعا علیہ بیک وقت موجود ہوں جس سے وہ گواہوں کے ذریعہ اپنا حق ثابت کر سکے۔ بعض اوقات مدعا علیہ اپنے آپ کو چھپا لیتا ہے اس لئے مدعی کے لئے مدعا علیہ کی طرف سے ضامن لینا ضروری ہے تاکہ وہ مدعا علیہ تک رسائی حاصل کر سکے۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ ضمانت توثیق کے لئے مشروع ہے مگر حدود اور قصاص میں اصل (شبہات کی وجہ سے) سزا کو دور کرنا ہے' اس لئے ان میں ضمانت مناسب نہیں ہے۔

اگر ایک عادل گواہ مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے تو قاضی مدعا علیہ کو قید کر لے اس لئے کہ شہادت کا ایک حصہ (یعنی عدالت) مکمل ہے۔ اگر شہادت میں تعداد مکمل ہو مگر عدالت معدوم تو اس سے الزام ثابت ہو جائے گا اور مدعا علیہ کا قید کرنا ضروری ہو جائے گا' اسی طرح عدالت مکمل ہو اور تعداد معدوم تو بھی یہی صورت ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔ صاحبین کے نزدیک مدعا علیہ کو قید نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہ کے

نزدیک قاضی مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور نہ کرے' اس لئے جب ایک عادل گواہ قذف اور قصاص کے بارے میں گواہی دے تو مدعا علیہ کو قید کیا جائے گا۔ مگر صاحبین کے نزدیک مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس لئے جب ایک عادل گواہ گواہی دے تو مدعا علیہ کو قید نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر مستور گواہوں نے قذف اور قصاص کے بارے میں گواہی دی ہو تو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی مدعا علیہ کو قید کرے' اور صاحبین کے نزدیک قید نہ کرے۔ اگر ایک مجہول گواہ نے گواہی دی جس کو قاضی نہیں جانتا تو بالاتفاق مدعا علیہ کو قید نہیں کیا جائے گا' اس لئے کہ یہاں تعداد اور عدالت دونوں معدوم ہیں' لہٰذا اس کا وجود اور عدم وجود یکساں ہو گیا' اب صرف دعوی باقی رہ گیا تو قید کرنا صرف دعوی سے ثابت نہیں ہو گا۔

ان جرائم میں ضمانت جن میں قصاص نہیں

کوئی شخص غلطی سے کسی کو زخمی یا قتل کر دے یا کوئی ایسا زخم ہو جس میں قصاص نہیں آتا تو مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ دعوی اور مال سے متعلق دعوی دونوں برابر ہیں' جس طرح دعوی مال میں مدعی علیہ کو ضامن دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اس طرح ایسے زخم یا قتل میں بھی (جو غلطی سے سرزد ہوئے ہوں) مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

قطع ید کی حد میں ضمانت

اگر مدعی سرقہ کا دعوی کرے تو قطع ید کے معاملے میں مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ حد خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے' جیسا کہ حد زنا' حد شراب نوشی حد مدہوشی (بوجہ نبیذ) حقوق اللہ ہیں' مگر مدعا علیہ کو مال مسروقہ کی وجہ سے تین دن کے لئے ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا بشرطیکہ مدعی نے اس سے پہلے مال مسروقہ کا دعوی کیا ہو۔

موجب تعزیر جرائم میں ضمانت

جس جرم میں تعزیر ضروری ہے مثلاً ایک آزاد شخص غلام پر تہمت لگائے یا ایک آزاد شخص دوسرے شخص کو گالیاں دے تو اس میں تعزیر ضروری ہو جاتی ہے تو اس میں اگر مدعی یہ کہے کہ میرے گواہ موجود ہیں اور اس مدعا علیہ سے ضامن لیا جائے تو مدعا علیہ کو تین دن کے لئے ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ کیونکہ تعزیر بندہ کا حق ہے وہ مدعی کے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتی ہے' اس میں حلف لیا جاتا ہے اور یہ شبہات کے ہوتے ہوئے بھی ثابت ہو جاتی ہے' حتی کہ عورتیں اگر مردوں کے ساتھ مل کر گواہی دیں تو یہ ثابت ہو جاتی ہے اس لئے مدعا علیہ کو ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا' جیسے دعوی مال میں اس کو ضامن دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

معتبر لوگوں کی ضمانت

مدعی نے اپنے کسی حق کے بارے میں مدعا علیہ کے خلاف اپنے گواہ پیش کئے مگر قاضی کو ان گواہوں کے بارے میں معلومات حاصل نہیں۔ مدعی قاضی سے کہتا ہے کہ آپ میرے لئے اس کی طرف سے ضامن لیں اور اس اثناء میں میرے گواہوں کی جانچ پڑتال کرا لیں' تو قاضی مدعا علیہ کو ضامن دینے کی ہدایت کرے۔

مدعا علیہ نے ضامن دیا مگر مدعی کہتا ہے کہ میں اس ضامن پر راضی نہیں ہوں' یہ قابل اعتماد نہیں ہے تو قاضی مدعا علیہ سے قابل اعتماد ضامن لے۔ کیونکہ ضامن لینے کی وجہ جواز یہ ہے کہ وہ مدعا علیہ کو عدالت میں پیش کرے' تاکہ مدعی اپنے حق تک رسائی حاصل کر سکے اور یہ مقصد معتبر ضامن سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

بااعتماد کی تعریف یہ ہے کہ اس کا گھر معلوم ہو' یا وہ کسی مشہور دکان کا تاجر ہو اور چھپ جانے والا شخص نہ ہو۔

اگر ایک شخص کسی کرایہ کے کمرہ میں رہائش پذیر ہو تو وہ ثقہ نہیں' اس لئے کہ مدعی کو جب اس کی ضرورت پڑے تو ہو سکتا ہے وہ کہیں چھپ جائے' اس لئے وہ اس پر قادر نہیں اور

اس سے ضمانت کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے مدعی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس قسم کے آدمی کو ضمانت کے لئے پسند نہ کرے۔

مدعی کا مدعا علیہ کے درپے ہونا

اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے انکار کر دے تو قاضی مدعی کو ہدایت کرے کہ وہ دن رات مدعا علیہ کے درپے رہے۔ اس لئے کہ مدعی اس کے بغیر اپنے حق تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا، ہو سکتا ہے کہ مدعا علیہ کہیں چھپ جائے اور مدعی اس کے خلاف اپنے گواہ پیش کرنے میں ناکام ہو جائے۔ "درپے" رہنے کا مفہوم یہ ہے کہ مدعا علیہ جہاں گھومے پھرے مدعی بھی اس کے ساتھ گھومتا پھرتا رہے، یا وہ اپنے کسی نمائندے کو بھیج دے جو مدعا علیہ کے ساتھ رہے تاآنکہ مدعی کو اپنے گواہ پیش کرنے کا موقع مل جائے اور اس تک رسائی حاصل کر سکے۔ مگر درپے رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ اس کے ساتھ چمٹا رہے، اس لئے کہ یہ تو اسے قید کرنے کے مترادف ہے اور مدعی صرف اپنے دعوی کی بناء پر اسے اس طرح قید کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ البتہ مدعا علیہ جہاں چلے پھرے تو مدعی بھی اس کے ساتھ لگا رہے اور اس کو کام کاج کرنے سے بھی نہ روکے۔ مدعا علیہ بیشک اپنے کاروبار میں مصروف کار رہے اور مدعی اس کے ساتھ لگا رہے۔

منقولہ جائیداد میں ضمانت

اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کے خلاف کسی چیز کا دعوی کیا جو اس کے قبضہ میں ہے تو قاضی مدعا علیہ کو شخصی ضمانت اور اس چیز کی ضمانت دینے کی ہدایت کرے، بشرطیکہ اس چیز کا تعلق منقولہ جائیداد سے ہو جیسے غلام، لونڈی یا جانور وغیرہ، اس لئے کہ مدعی اس کے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا، جس طرح فریق ثانی کی عدم موجودگی میں مدعی کے گواہوں کو قبول نہیں کیا جاتا اسی طرح اس چیز کی عدم موجودگی میں بھی گواہوں کو قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ مدعی اور گواہوں کو اس کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ مدعی کو چونکہ مدعا علیہ اور اس چیز کی عدم موجودگی میں اپنا حق ثابت کرنے کے سلسلے میں مشکل درپیش ہوگی اس لئے مدعا علیہ سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ شخصی ضمانت دے۔

اگر مدعا علیہ اپنی ذات اور اس چیز کا ضامن دینے سے انکار کر دے تو قاضی مدعی کو اس وقت تک اس کے درپئے رہنے کا حکم دے جب تک وہ ضامن نہ دے' اس لئے کہ مدعی اس کے بغیر اپنے حق تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا۔

غیر منقولہ جائیداد میں ضمانت

اگر مدعی نے کسی غیر منقولہ جائیداد یا قرض کا دعوی کیا ہو تو جس شے کا دعوی ہے اس کی ضمانت نہیں لی جائے گی بلکہ مدعا علیہ سے صرف شخصی ضمانت لی جائے گی۔ اس لئے کہ غیر منقولہ جائیداد یا قرض کے غائب ہو جانے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

شخصی ضمانت اور مقدمہ میں وکالت

اگر مدعی بہ (جس شے کا دعوی ہے) کا تعلق مال منقولہ سے ہو اور مدعا علیہ اس (چیز) کا ضامن دے دے لیکن شخصی ضامن نہ دے تو، قاضی مدعی کو ہدایت کرے کہ وہ مدعا علیہ کے درپئے رہے' جب تک کہ وہ اس کو ضامن نہ دے۔ اگر مدعا علیہ کہے کہ میں نے اس چیز کا ضامن دے دیا ہے اور اس مقدمہ میں اپنا وکیل مقرر کرتا ہوں تو یہ جائز ہے۔ قاضی اس کی جانب سے وکیل کو قبول کر لے اور وکیل سے شخصی ضامن لے لے۔

پہلی صورت (یعنی ضامن دینے والی) میں مدعی مدعا علیہ سے وکیل دینے کا مطالبہ نہیں کر سکتا' کیونکہ اس صورت (یعنی وکیل دینے کی صورت) میں اور ضامن دینے کی صورت میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ قاضی فریقین میں سے کسی ایک فریق کو مدنظر نہیں رکھتا جس سے دوسرے فریق کو نقصان پہنچے۔ وکیل مقرر کرنے کے مطالبہ میں مدعا علیہ کا نقصان ہے اس لئے کہ وہ اپنی دلیل میں کہہ سکتا ہے کہ میں دعووں کی پیروی خود بہتر طریقے پر کر سکتا ہوں۔

اگر مدعا علیہ مدعی بہ کا ضامن اور اپنی طرف سے وکیل دے تو قاضی قبول کر لے' لیکن وکیل سے بھی ضامن لے' اس لئے کہ وکیل موکل کا قائم مقام ہوتا ہے اور موکل کے لئے صرف مدعی بہ کا ضامن دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ اسے شخصی ضامن بھی دینا پڑتا ہے اس لئے وکیل

کو بھی شخصی ضامن دینا پڑے گا۔ جب ایسا ہو جائے تو مدعی کا مقصد حاصل ہو گیا' اگر وہ اپنا ثبوت پیش کرنا چاہے تو وکیل اور مدعی بہ (شئی جس شے کا دعوی ہے) تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

اس صورت مسئلہ کی بنیاد امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر مبنی ہے اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر وکیل مقرر کرنا درست ہے' جب یہ جائز ہے تو اب مقدمہ کا تعلق وکیل سے ہو گیا اور مدعا علیہ سے کسی قسم کا تقاضا ساقط ہو گیا' ضامن دینے کا مطالبہ وکیل سے کیا جائے گا نہ کہ موکل سے۔

جہاں تک اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی رائے کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر وکیل کا تقرر جائز نہیں' موکل کو مدعی کی خاطر قاضی کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا قاضی اسی کو شخصی ضامن دینے کے لئے مجبور کرے گا۔

اگر دعوی قرض میں مدعا علیہ کہے کہ میں اس مقدمہ میں اپنی طرف سے ضامن دینے کی بجائے وکیل مقرر کرتا ہوں وہ اس وکیل سے ضامن لے لے تو قاضی اس کی جانب سے مقرر کردہ وکیل کو قبول نہ کرے۔

اس لئے کہ اگر مدعی ثبوت کے ذریعہ اس وکیل کے خلاف اپنا حق ثابت کر دے تو وہ وکیل سے اپنا قرض وصول نہیں کر سکتا۔ مدعی کا ان دو چیزوں میں حق ہوتا ہے: قرض ثابت کرنے میں اور مال وصول کرنے میں۔ یہاں مدعا علیہ کی جانب سے وکیل دینے کی صورت میں وہ قرض تو ثابت کر سکتا ہے لیکن مال کی وصولی وکیل سے نہیں کر سکتا' اس لئے وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

اگر مدعا علیہ کہے کہ میں مال کے لئے ضامن مقرر کرتا ہوں لیکن شخصی ضمانت نہیں دیتا تو بات وہیں کی وہیں رہی' اس صورت میں بھی قاضی قبول نہ کرے۔ اس لئے کہ مدعی کو قرضہ ثابت کرنے کے بعد ہی مال وصول کرنا ہے۔ وہ ضامن کے خلاف تو قرضہ ثابت نہیں کر سکتا۔

اسی طرح اگر مال مدعا علیہ کے پاس صحیح و ثابت موجود ہے اور وہ کہے کہ میں مال کی ضمانت دیتا ہوں لیکن شخصی ضمانت نہیں دیتا اور مدعی شخصی ضمانت کے بغیر قبول نہیں کرتا' تو

اسے یہ حق حاصل ہے' اس لئے کہ قرض کی ادا کرنے کے معاملے میں لوگوں کے رویے مختلف ہوتے ہیں بالعموم اصل شخص سے قرض کی وصولی نسبتاً آسان ہے۔

دعوی غیر منقولہ جائیداد میں اگر مدعا علیہ نے مقدمہ میں اپنا وکیل دے دیا اور وکیل سے ضامن لے لیا گیا مگر مدعا علیہ نے جائیداد کو وکیل کے حوالہ کرنے کے بعد شخصی ضمانت دینے سے انکار کر دیا تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جائیداد سپرد کرنے کے معاملے میں لوگ اس میں کوئی فرق نہیں سمجھتے کہ ضامن سپرد کرے یا اصل شخص سپرد کرے مدعی کو تو دعوی ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور مدعا علیہ اپنی جانب سے وکیل دے چکا ہے۔ اس طرح مدعی کے لئے دعوی ثابت کرنا ممکن ہے اور وکیل سے شخصی ضمانت لی جا چکی ہے' اس لئے کوئی مشکل درپیش نہیں آئے گی مدعی کا مقصد حاصل ہو چکا ہے' چنانچہ یہی کافی ہے۔

البتہ قرض والے دعوی میں یہ صورت نہیں ہے' جیسا کہ ہم پیشتر ازیں بیان کر چکے ہیں' اس قسم کے مسائل کو ہم نے الزیادات کے باب ۴۶ میں بیان کیا ہے۔

مدعا علیہ یا اس کے وکیل سے مرنے سے پہلے کی دی گئی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ

اگر گواہ کسی چیز کے بارے میں ایک شخص کے خلاف گواہی دے چکے ہوں اور قاضی ان گواہوں کی سماعت کر چکا ہو' بعد ازاں قاضی کے فیصلہ سے پیشتر مدعا علیہ مر گیا یا غائب ہو گیا یا کسی مقدمہ کے وکیل کے خلاف گواہ اپنی گواہی دے چکے ہوں اور قاضی کے فیصلہ سے پیشتر وہ (وکیل) مر گیا یا غائب ہو گیا اس کے بعد گواہوں کا علانیہ اور خفیہ تزکیہ کیا گیا' تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس گواہی کی بنیاد پر قاضی فیصلہ نہ کرے۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی اس گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کر دے' مصنف (متن) نے بھی اس موقف کو اختیار کیا ہے۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مدعا علیہ کا عدالت میں حاضر ہونا یا اس لئے شرط ہے کہ قاضی فریقین کا بیان سنے تاکہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اسے کیا فیصلہ کرنا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ گواہوں کے طعن کا جواب دیتا' اگر پہلی وجہ سے ضروری تھا تو وہ مقصد حاصل ہو چکا اور اگر دوسری وجہ سے تھا تو اس کی طرف سے گواہوں پر جرح کرنے

کی ناکامی ظاہر ہو چکی ہے کیوں کہ وہ شہر سے بھاگ گیا' اس لئے مدعا علیہ کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری نہ ٹھہرا' اس لئے قاضی اس کے خلاف فیصلہ صادر کر دے۔

طرفین (امام ابو حنیفہ اور امام محمد) کہتے ہیں کہ گواہوں کی سماعت کے موقع پر مدعا علیہ کا حاضر ہونا شرط ہے۔ جو امر گواہوں کی سماعت کے وقت شرط ہے وہ فیصلہ کے وقت بھی شرط ہے اور جو چیز شرط ہے اس کی حقیقت کا وجود بھی شرط ہے' صورت مذکورہ میں اس کا وجود نہیں پایا جاتا۔ شمس الائمہ امام حلوانی (م ۴۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کا قول نسبتہ لوگوں کے زیادہ موافق ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد گواہی اور اقرار میں فرق کرتے ہیں۔ مدعا علیہ اگر اقرار کرنے کے بعد کہیں غائب ہو جائے تو قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دے' مگر گواہوں کی گواہی اس وقت حجت ہے جب یہ قاضی کے فیصلہ کے ساتھ ملحق ہو۔ قاضی کے فیصلہ کے وقت اس کے حجت ہونے کی شرائط کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ جہاں تک اقرار کا تعلق ہے تو یہ ایک مستقل بالذات حجت ہے' قاضی کے فیصلہ کے ساتھ اس کا انضمام مشروط نہیں ہے۔

وصی یا وکیل کا ثبوت پیش کرنے تک ضمانت کا مطالبہ

ایک شخص قاضی کے پاس آکر کسی کی طرف سے وصی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اپنے ساتھ دوسرے آدمی کو لاتا ہے جس کے خلاف اس نے میت کے مال کا دعوی کیا ہوتا ہے۔ ابھی اس نے قاضی کے ہاں اپنے وصی ہونے کا ثبوت پیش نہیں کیا' وہ قاضی سے کہتا ہے کہ آپ اس آدمی سے اس وقت تک میرے لئے ضامن لے لیں جب تک کہ میں اپنے وصی ہونے اور اس کے ذمہ میت کا حق ہونے کا ثبوت پیش کر لوں' تو قاضی اس آدمی سے ضامن نہ لے۔ اس لئے کہ ضامن فریق مقدمہ کے لئے ہوتا ہے اور ابھی وہ فریق نہیں بنا۔ کیونکہ وہ اس وقت فریق بنے گا جب اسے وصی تسلیم کیا جائے گا۔ وکالت کے بارے میں بھی یہی صورت ہے' جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

اگر وصی نے قاضی کے ہاں اپنے وصی ہونے کا ثبوت پیش کر دیا یا وکیل نے قاضی کے پاس اپنے وکیل ہونے کا ثبوت پیش کر دیا اس کے بعد اس نے مدعا علیہ کو قاضی کے پاس پیش کرتے ہوئے اس سے ضامن لینے کا مطالبہ کیا تو مدعا علیہ سے تین دن کے لئے ضامن لیا

جائے گا۔ اگر مدعی مدعا علیہ کے ذمہ کسی حق کا ثبوت پیش کر دے تو فبہا ورنہ مدعا علیہ کے ضامن کو بری کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہ وصی یا وکیل ایک فریق بن چکا ہے۔

وصی یا وکیل نے دعوی وصیت یا وکالت میں اپنا ثبوت پیش کر دیا مگر ابھی قاضی کو ان کے گواہوں کی جانچ پڑتال کرنا ہے اس کے بعد وصی یا وکیل نے قاضی کے پاس ایک شخص کو پیش کیا اور اپنے وصی یا موکل کی جانب سے اس پر دعوی دائر کر دیا اور قاضی سے مطالبہ کیا کہ گواہوں کی جانچ پڑتال کرنے کی مدت تک مجھے اس شخص کا ضامن دیا جائے' جب گواہوں کی جانچ پڑتال ہو جائے گی تو پھر میں اس شخص کے ذمہ حق ثابت کر دوں گا تو اس صورت میں قاضی اس شخص سے ضامن نہ لے کیونکہ ہنوز قاضی کے ہاں وصی کا وصی ہونا اور وکیل کی وکالت ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے اس کو فریق شمار نہیں کیا جائے گا۔

اگر وصی نے ایک شخص کو قاضی کے پاس پیش کرتے ہوئے اس پر میت کے کسی حق کا دعوی کیا اور اس نے میت کی جانب سے اپنے وصی ہونے کا دعوی بھی کیا' اس نے یہ دونوں دعوے ایک ہی مجلس میں کئے اور اس نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس وصی ہونے کے گواہ موجود ہیں اور اس شخص کے خلاف میت کے حق ہونے کا ثبوت بھی ہے' آپ ان دونوں امور میں میرے گواہوں کی سماعت کریں' تو قاضی اس کا بیان قبول کر لے' اور گواہوں کو بلا کر اس کے وصی ہونے پر انہیں شہادت دینے کے لئے کہے۔

اگر گواہ اس کے وصی ہونے پر گواہی دے دیں تو قاضی انہیں مدعا علیہ کے ذمہ میت کے حق ہونے کی شہادت دینے کے لئے کہے' جب گواہ اپنی گواہی دے دیں تو قاضی کے ہاں حق ثابت ہو گیا۔ مگر یہ بطور استحسان ہے' جہاں تک قیاس کا تعلق ہے تو اس کی رو سے مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کے گواہ قبول نہ کئے جائیں اور مدعی کے وصی ہونے کے گواہ قبول کئے جائیں۔

اگر قاضی کے ہاں وصی نے اپنے وصی ہونے کا ثبوت پیش کیا اور قاضی نے اس کے وصی ہونے کا فیصلہ دے دیا تو اگر اسی وقت مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا تو قاضی اس کو قبول کر لے۔ اگر ہم نے ایک ہی مجلس میں (بطور استحسان) دونوں صورتوں میں شہادتیں قبول کر لیں تو اس مسئلہ کی یہ تین صورتیں ہوئیں:

۱۔ دونوں صورتوں میں گواہوں کی عدالت نمایاں ہو۔

۲۔ وصی ہونے کے گواہوں کی عدالت واضح ہو مگر مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کے گواہوں کی عدالت واضح نہ ہو۔

۳۔ مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کے گواہوں کی عدالت واضح ہو مگر وصی ہونے کے گواہوں کی عدالت واضح نہ ہو۔

پہلی صورت میں قاضی اولا وصی ہونے کے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے' تاکہ وہ (وصیؔ) فریق مقدمہ بن سکے' اس کے بعد وہ مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔ دوسری صورت میں قاضی وصی ہونے کے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور وصی کو ایک فریق قرار دے' ان گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرے جن سے مدعا علیہ کے ذمہ حق ثابت ہوتا ہے۔ تیسری صورت میں قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے۔ اس لئے کہ وہ مدعی کے وصی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتا' کیونکہ اتمام حجت نہیں ہوا اور نہ ہی وہ مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ گواہوں نے اس شخص کے خلاف گواہی دی ہے جو فریق مقدمہ ہی نہیں بنا۔

یہ تو ہے وصی کے بارے میں گفتگو' وکیل کے بارے میں بھی یہی صورت ہے جب کہ وہ ایک ہی مجلس میں وکیل ہونے اور مدعا علیہ کے ذمہ حق ہونے کا ثبوت پیش کرے۔ اس میں جہاں تک قیاس (اصول عامہ) کا تعلق ہے تو دونوں صورتوں میں ثبوت قبول نہیں کیا جائے گا۔ مگر استحسان کی رو سے قبول کیا جائے گا' اس مسئلہ کی بقیہ صورتوں کا بھی یہی حکم ہے' جیسا کہ ہم باب الوصایۃ میں بیان کر چکے ہیں۔

ایک شخص نے میت پر اپنے کسی حق کا دعوی کیا اور اس کے وصی کو قاضی کے ہاں پیش کیا' قاضی کے ہاں ابھی اس کا وصی ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اس میت کے ذمہ اپنا حق ثابت کرنے کی مدت تک اس نے وصی سے ضامن لینے کا مطالبہ کیا تو قاضی وصی سے اس کے لئے ضامن نہ لے۔ اس لئے کہ وصی ابھی فریق نہیں بنا اس لئے اسے ضامن دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر دعوی کیا کہ یہ شخص فلاں آدمی کا وکیل ہے اور میرا اتنا مال اس آدمی کے ذمہ ہے۔ یہ چونکہ اس کا وکیل ہے مجھے مال ادا کرے، ابھی قاضی کے ہاں اس کی وکالت ثابت نہیں ہوئی۔ مدعی یہ چاہتا ہے کہ اس سے ضامن لیا جائے، تو قاضی اس سے ضامن نہ لے، جیسا کہ ہم وصی کے بارے میں بیان کرچکے ہیں۔

اس شخص کا اگر قاضی کے ہاں وصی ہونا ثابت ہوگیا ہے مگر اس نے یہ کہا کہ ابھی میت کا کوئی مال میرے قبضہ میں نہیں آیا، تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ اس لئے کہ وہ انکار کررہا ہے، اس کی مثال جیسے کوئی وارث اگر ترکہ کی وصولی سے انکار کردے تو اس کا قول معتبر ہوتا ہے اس طرح اس صورت میں بھی اس کا قول معتبر ہوگا۔

مدعی اگر یہ کہتا ہے کہ میں اس کی موجودگی میں متوفی پر اپنا حق ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ بعد ازاں میں متوفی کے مال کا مطالبہ کروں گا، آپ اس سے میرے لئے ضامن لے لیں جب تک کہ میں اپنے گواہوں کو پیش کرلوں، تو قاضی اس سے تین دن کے لئے ضامن لے لے۔ اس لئے کہ وصی وارث کی طرح موصی کا نائب ہوتا ہے۔ ہم باب ۲۵ میں یہ بیان کرچکے ہیں کہ وارث مدعی کے لئے ایک فریق کی حیثیت رکھتا ہے، خواہ متوفی کے ترکہ سے اسے کچھ نہ ملا ہو۔ اسی طرح وصی کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

اگر قاضی کی طرف سے اس کو فریق قرار دے دیا گیا ہو تو اسے ضامن دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اسی طرح جب اس نے میت کے ایک وارث کو قاضی کے ہاں پیش کیا اور وارث نے کہا کہ میرے پاس میت کا ترکہ نہیں پہنچا تو قاضی اس سے مدعی کے لئے تین دن کے لئے ضامن لے لے، جب تک کہ وہ اپنا حق ثابت کرے۔

وارث کا اپنے مورث کی وفات ثابت کرنے تک ضمانت کا مطالبہ

ایک وارث قاضی کے پاس آکر یہ دعوی کرتا ہے کہ میرا باپ فوت ہوچکا ہے اور میں ہی اس کا وارث ہوں، یا میرا بھائی فوت ہوگیا ہے اور میں اس کا وارث ہوں، اس فلاں شخص کے ذمہ متوفی کی جانب سے مبلغ ایک ہزار درہم ہیں۔ مجھے اس کا ضامن دیا جائے تو قاضی

اس کے لئے اس سے تین دن کے لئے ضامن لے لے' اس اثناء میں وہ متوفی کی وفات اور اس سے رشتہ ثابت کرے اور اس شخص پر اپنا حق بھی ثابت کرے۔

وارث' وصی اور وکیل کے درمیان فرق ہے اگر وصی یا وکیل کسی شخص پر متوفی یا غائب شخص کی جانب سے قرض کا دعوی کرے اور اس سے ضامن لینا چاہے تو اس کے لئے ضامن نہیں لیا جائے گا۔ مگر وارث چونکہ اپنی ذات کے لئے حق کا دعوی دار ہے' اس لئے کہ مورث کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کی ملکیت وارث کو منتقل ہو جاتی ہے' اس لئے مورث کے مال میں وہی فریق ہوتا ہے' اس لئے وارث اپنی ذات کے لئے حق کا دعوی دار بن کر ایک فریق بن جاتا ہے لہذا اسے ضامن کے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے' جس طرح ایک شخص نے یہ دعوی کیا کہ فلاں آدمی کے قبضہ میں میرا گھر ہے' میں نے یہ گھر فلاں سے خریدا ہے' میں ہی اس کا مالک ہوں اور جس شخص کے قبضہ میں یہ گھر ہے وہ اپنی جگہ دعوی دار ہے' تو اس سے تین دن کے لئے ضامن لیا جائے گا' اس لئے کہ مکان کو خریدنے کی وجہ سے اس کی ملکیت مشتری کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ اپنی ذات کے لئے حق کا دعوی دار بن کر ایک فریق بن گیا۔ وصی اور وکیل کا جہاں تک تعلق ہے تو وصی یا وکیل اپنی ذات کے لئے حق کا دعوی دار نہیں بنتا۔ وہ دوسرے آدمی کے لئے حق کا دعوی دار بنتا ہے' جب تک اس کا قاضی کے ہاں وصی ہونا یا وکیل ہونا ثابت نہ ہو جائے وہ فریق نہیں بن سکتا' اس لئے اس کو ضامن دینے کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں۔

دعوی نکاح میں ضمانت

کسی عورت نے کسی مرد پر یہ دعوی کیا کہ اس نے میرے ساتھ شادی کی ہے یا کسی مرد نے کسی عورت پر دعوی کیا کہ یہ میری بیوی ہے' تو قاضی مدعی کے لئے مدعا علیہ سے ضامن لے لے' اس لئے کہ مدعی اپنی ذات کے لئے دعوی دار ہے لہذا وہ فریق بن جائے گا۔

دعوی عتق میں ضمانت

اس حصہ کو غیر ضروری سمجھ کر اس کا ترجمہ حذف کیا جاتا ہے۔

ضمانت کب باطل (ختم) ہو جاتی ہے؟

مدعی نے مدعا علیہ سے کسی حق کے بارے میں ضامن لیا' اس کے بعد مدعا علیہ یا ضامن فوت ہو گیا تو ضمانت ختم ہو گئی کیونکہ اب ذمہ داری کو پورا کرنا ممکن نہیں۔ اگر مدعی فوت ہو گیا تو ضامن کی ضمانت قائم رہے گی۔ مدعی کے فوت ہونے اور ضامن کے فوت ہونے کی صورت میں فرق ہے وہ یہ کہ مدعی کے ورثاء اصل شخص اور ضامن دونوں سے حق وصول کرنے کے معاملے میں مدعی کے نائب ہوتے ہیں' اس لئے ضمانت ختم نہیں ہوگی۔ جہاں تک ضامن کے ورثاء کا تعلق ہے تو وہ حق لینے کے معاملے میں اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے' اس لئے ضمانت باطل ہو جائے گی۔

مدعی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے جب ضمانت باطل نہیں ہوتی تو ضامن کی ضمانت قائم رہے گی' اب اگر ضامن مکفول بہ کو میت کے وصی کے حوالہ کر دے تو وہ اپنی ضمانت سے بری الذمہ ہو گیا' اس لئے کہ وصی موصی کا نائب ہوتا ہے تو وصی کے حوالہ کرنا موصی کے حوالہ کرنے کی مانند ہے۔

میت کا اگر کوئی وصی نہیں بلکہ اس کے ورثاء ہیں اور ضامن نے مکفول بہ کو میت کے کسی ایک وارث کے حوالہ کر دیا' تو وہ اس وارث سے بری الذمہ ہو گا جس کو اس نے مکفول بہ دے دی مگر دیگر ورثاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ضامن سے مکفول بہ کی ضمانت کا مطالبہ کریں۔

وارث اور وصی کے درمیان فرق ہے وہ اس طرح کہ وصی موصی کی طرف سے حق وصول کرتا ہے اس لئے وصی کو دینا موصی کو دینے کی مانند ہے۔ رہا وارث تو وہ اپنی ذات کے لئے حق وصول کرتا ہے وہ اپنے حق کے معاملے میں تو فریق بن سکتا ہے کسی دوسرے کے حق کے معاملے میں فریق نہیں بن سکتا۔ جیساکہ مقروض اگر متوفی کے وصی کو قرض واپس کر دیتا ہے تو وہ قرض سے بالکل بری الذمہ ہو جاتا ہے' لیکن اگر وہ کسی ایک وارث کو یہ قرض واپس کرتا ہے تو وہ صرف اس وارث کے قرض کے حصہ سے بری الذمہ ہو گا نہ کہ دیگر ورثاء کے حصے سے' اسی طرح مکفول بہ سپرد کرنے کی بھی یہی صورت ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حواشی و حوالہ جات

۱- ضامن لینے کے بارے میں سلف کی آراء کے لئے دیکھئے: المصنف: ۸: ۱۷۱-۱۷۶ (۱۴۷۵۹-۱۴۷۷۴)۔

۲- السنن الکبری ۶: ۷۷' نصب الرایۃ ۴: ۵۹' الدرایۃ ۲: ۱۶۴ (۸۱۱)' الجامع الصغیر ۲: ۲۰۳' التیسیر ۲: ۵۰۲'

۳- ابن صلاح نے مرفوع حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ جو حدیث براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو' مرفوع میں متصل' منقطع اور مرسل وغیرہ شامل ہیں' دیکھئے: علوم الحدیث: ص ۴۱' السنن الکبری ۶: ۷۷'

۴- اصولیین کے نزدیک "مفہوم" ایک اصطلاح ہے' امام غزالی نے اس کی یہ تعریف کی ہے: "الاستدلال بتخصیص الشئی بالذکر علی نفی الحکم عما عداہ" (کسی چیز کا بطور خاص ذکر کرکے اس کے سوا دیگر اشیاء سے حکم کی نفی کا استدلال کرنا) دیکھئے: المستصفی من علوم الاصول' بولاق ۱۳۲۴' ج ۲' ص ۱۹۱' یا اس کی یہ تعبیر کی گئی ہے ثبوت نقیض حکم المنطوق نفیا کان او اثباتا للمسکوت' (جس چیز کا بیان ہو رہا ہے خواہ وہ منفی ہو یا مثبت اس کے حکم کی نقیض کو اس چیز کے لئے ثابت کرنا جس کا ذکر نہیں کیا گیا) دیکھئے: فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت علی ھامش المستصفی ۱: ۴۱۴ اس کو "دلیل الخطاب" یا "مفہوم المخالفۃ" کا بھی نام دیا گیا ہے اس کو قبول کرنے میں اصولیین کا اختلاف ہے' جو فقہاء اس کو قبول کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی مشہور قسمیں یہ ہیں: مفہوم الوصف' مفہوم الشرط ' مفہوم الغایۃ' مفہوم العدد' مفہوم اللقب' مزید دیکھئے: ارشاد الفحول (مصطفی حلبی): ص ۱۷۸' اصول السرخسی ۱: ۲۵۵' لب الاصول و شرحہ المسمی غایۃ الاصول لشیخ الاسلام زکریا الانصاری (مصطفی حلبی ۱۹۴۱م): ص ۳۶' محاضرات فی اصول الفقہ علی مذاھب اھل السنۃ والامامیۃ للشیخ بدر المتولی عبد الباسط (طبع اول دار المعرفۃ بغداد ۱۹۵۵م) ۱: ۱۸۱' اصول الفقہ تالیف طہ عبد اللہ الدسوقی (طبع ۳ لجنۃ البیان ۱۹۶۶م) ص ۱۵۹' اصول الفقہ للخضری (طبع ۴ السعادۃ ۱۹۶۲م): ص ۱۳۳' اللمع فی اصول الفقہ للشیرازی (مطبع صبیح مصر): ص ۲۷' الاحکام للآمدی: ۹۹' المسودۃ: ۳۵۷' اصول الفقہ عبدالوہاب خلاف: ۱۸۰' الوجیز فی اصول الفقہ (الدکتور عبدالکریم زیدان' طبع ۵): ص ۳۱۰۔

۵- التوبۃ - ۷۴

حج وعمرہ ہو یا اور کوئی سفر............ ہمارا نصب العین کسٹمر کی خدمت اور اطمینان

حجاز ٹریولز

111- Windsor Road. Ilford. IGI IHQ London U.K.02085143680